غوری صاحب اوران کی یادیں

جواس دنیا میں آتا ہے، اسے بہر حال یہاں سے رخصت ہونا ہے۔اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے۔مگرزندگی میں کچھ لوگ ایسے بھی ملتے ہیں جو ہمارے دل میں ایک خاص مقام پیدا کر لیتے ہیں۔ایسے لوگ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ایک لمبے عرصے تک ہمارے ذہن ودل میں حسین یادوں کی صورت میں زندہ رہتے ہیں۔ بلاشبہ، غوری صاحب کی شخصیت بھی ایسی تھی جولوگوں کے دلوں میں لمبے عرصے تک اپنی محبت قائم رکھے گی۔

ان کی اپنے اردگرد موجودلوگوں سے محبت اور شفقت، ہر وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہنے کا جذبہ اور دوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر مضطرب رہنا، ان کی خلق خدا سے محبت کی چند مثالیں ہیں۔

غوری صاحب اپنی عمر کے اس حصے میں بھی ایک زندہ دل شخصیت تھے۔ان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ وہ اسٹاف کے ساتھ مختلف ٹورز کریں۔وہ ہمارے ساتھ پارکس میں جاتے، کرکٹ گراؤنڈ میں جاتے اوراکثر اپنے پیسوں سے ہم سب کو کھانا کھلاتے۔وہ ہم لوگوں کو خوش دیکھ کر ہی خوش رہتے۔وہ ہمیں مختلف مقامات پر گھومنے کی ترغیب دیتے۔ ایک دفعہ ہم لوگوں نے مری گھومنے کا پروگرام بنایا، وہ ہمارے ساتھ تو نہ جاسکے، مگراپنے ایک دوست ''چھینا صاحب'' سے کہہ کر ہمارے لیے اچھے قیام وطعام کا بندوبست کر دیا، جس کی بدولت ہمارا وہ تفریحی پروگرام ایک یادگار تفریحی پروگرام بن گیا۔

میں بہت سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کی وہ مالی مدد کیا کرتے۔ بہت سے لوگوں کے گھریلو معاملات کو سلجھانے میں ان کی مدد کرتے۔میں نے ان کو ہمیشہ اپنے لیے دعا گو ہی پایا، مگراس کے باوجود جب بھی ان سے ملتا تو یہی کہتا کہ میرے لیے دعا کیا کریں اوروہ ہمیشہ بہت سی دعائیں دیتے۔

غوری صاحب صوفی ازم کے ناقدین میں سے تھے،مگر لوگ ان کے اردگرد ایسے ہی جمع رہتے، جیسے کسی صوفی بزرگ کے پاس لوگ فیض پانے کی خاطر جمع رہتے ہیں۔ان کا فیض ان کی محبت اور شفقت ہی تھی جسے وہ بلاتردد جاری رکھتے۔ ان کی شخصیت میں ایک خاص طلسم تھا۔ان کے پاس بیٹھ کران سے باتیں کرکے ذہن پرسکون ہو جاتا۔میں خودکو اس حوالے سے بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے غوری صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ان کا انتہائی محبت سے چھری دکھا کر کام کہنے کا انداز، ان کا مسکان بھرا پرنور چہرہ، اپنائیت بھرا انداز گفتگو،ان کا نعرۂ مستانہ ''علی دا چوتھا نمبر''اور نہ جانے کتنے ہی ایسے انداز جو تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح ذہن سے ٹکراتے ہیں تو ان کی یادوں کے بہت سے پھول کھل اٹھتے ہیں۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ غوری صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔

میں ان کے علم وتحقیق اور درس وتدریس پر کسی قسم کی راے دینے کے قابل نہیں،مگر وہ اپنے کام سے جنون کی حد تک محبت کرتے تھے۔اکثر ادارہ کی لائبریری میں کتابیں کھول کر پڑھتے رہتے۔ان کی تصانیف ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ میں ہر ماہ انھیں ان کے کاموں کی رپورٹ کے حوالے سے ای میل کیا کرتا تھا مارچ ۲۰۱۴ء میں آخری مرتبہ انھوں نے اپنے جاری کاموں کے حوالے سے جو کچھ بتایا وہ انھی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

Dear Sir,

Assalamu Alaykum w Rahmatullahi w Barakatuhu.

After five months I'll be entering my eightieth year of life, if Allah so pleases. It is all by the grace of Almighty Allah that I am still contributing some valuable research in the realm of knowledge, and esp. in the field of Biblical studies so far unexplored by Muslim scholars. At this stage of my life it is neither advisable nor useful to undertake various assignments side by side. No dawah activity; no teaching except a weekly Qur'an lecture. My special field of research, Biblical studies, is of course in progress, alhamdulillah!

I had previously edited and thoroughly revised M. Ashraf Chheenah's book "Hagar, The Princess." Its second thoroughly revised edition is under process for some time. It is a long term all consuming assignment. Its Arabic translation is also under process. May Allah Almighty help and guide me and afford me the strength and guidance to accomplish this assignment in a befitting manner. Amen!

Of Course, I cannot perform such multifarious and heavy tasks as my brave and promising boys, Mr. Asif Iftikhar and Dr. Shehzad Saleem are befittingly undertaking.

Sincerely,
ASGhauri

اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل غوری صاحب میرے پاس بیٹھے تھے۔ وہ کچھ پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ میں ان کی پریشانی کا سبب تو نہ جان سکا، مگر انھوں نے میز سے قلم اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے درج ذیل شعر لکھ کر کاغذ میرے سامنے کر دیا:

رہی نہ گفتہ مرے دل میں داستاں میری
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

—— اظہر امیر

(رکن شعبۂ مالیات، المورد)